سورۃ الاحزاب میں مذکور غزوہ بنی قریظہ کا تفسیر مظہری کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

A Research Analysis of Ghazwa Bani Quraiza Narrated in Surah Ahzab in the Light of Tafseer e Mazhari.

عطاء الرحمن*

ڈاکٹر سید نعیم بادشاہ بخاری**

Abstract:

This article is about the objections raised by the orientalists in regarding the event of Bani Quraiza; a Jew tribe which was evacuated from Madina by the holy prophet PBUH. This is a Madani Sura which comprises 9 Roku and 73 verses. The meaning of this sura is a group. There are three different historical narrations about this Surah. The first event is related to battle of Ahzab which took place in Shawal of the 5th Hijri. Second important event narrated in this regard is that of battle of Bani Quraiza which also took place in 5th Hijri in the month of Zu Alqaeeda. The third and important event related to the mairrage between the holy prophet PBUH and Hazrat Zainab Bint e Jahash RA and the propaganda initiated by the non believers in this regard. This event also took place in the same year. By studying the three events together we can conclude that this Sura was revealed during this time.

In this article the event of Bani Quraiza has been studied from the perspective of Tafseer of Qazi Sanaullah Pani Patti.

---

* ایم فل سکالر، ایگریکلچر یونیورسٹی پشاور

** چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک / پاکستان سٹڈیز، ایگریکلچر یونیورسٹی پشاور

یہ آرٹیکل سورۃ احزاب میں مذکورہ یہودی قبیلہ بنی قریظہ کے متعلق مستشرقین کے جو اعتراضات ہیں ان کے متعلق ہے۔ سورۃ الاحزاب مدنی سورۃ ہے۔ یہ 9 رکوع اور 73 آیات پر مشتمل ہے۔۔ لفظ احزاب، حزب کی جمع ہے اور اس کا معنیٰ گروہ یا جماعت ہے۔ اس سورۃ کے متعلق تین تاریخی واقعات موجود ہیں۔ پہلا واقعہ غزوہ احزاب جو کہ شوال 5 ہجری میں واقع ہوا۔ دوسرا اہم واقعہ غزوہ بنی قریظہ جو کہ ذی القعدہ 5 ہجری میں ہوئی۔ جبکہ تیسرا اہم اور تاریخی واقعہ حضرت زینبؓ بنت جحش کا رسول اللہ ﷺ سے شادی اور اس پر منافقین کا پروپیگنڈا ہے اور یہ بھی ذی القعدہ 5 ہجری میں واقع ہوئی ہے۔ ان تینوں واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ اسی دور میں نازل ہوا ہے۔

اس آرٹیکل میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے تفسیر مظہری کی روشنی میں تاریخی واقعہ جو کہ بنی قریظہ کیساتھ جنگ ہے، کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ غزوہ احزاب جو کہ شوال 5 ہجری میں ہوئی، اس کیلئے جب کفار قریش عرب کے دیگر قبائل کیساتھ مل کر مدینہ پر حملہ آور ہو رہے تھے تو انہوں نے ایک ایک قبیلے کیساتھ مل کے مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر لڑنے کی پیشکش کر رہے تھے اور مختلف قبائل کو اپنے ساتھ ملا رہے تھے۔ اسی طرح انہوں نے بنی قریظہ سے بھی بات کی لیکن کئی وجوہات کی بنا پر بالاخر وہ اپنے اس منصوبہ میں ناکام ہوگئے۔ جب غزوہ احزاب ختم ہوگئی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور کفار قریش بمع دیگر قبائل ناکام ونامراد ہو کر واپس بھاگ گئے، تو مسلمان اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ بھی اپنا سر دھو رہے تھے کہ اس دوران حضرت جبرائیل امین حضرت وحیہ کلبی کی شکل میں آگئے اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ لوگوں نے تو ہتھیار کھول دیئے ہیں حالانکہ فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں کھولے ہیں۔ اور یہ بھی ارشاد کیا کہ وہاں جا کر ان سے لڑیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا اور وہ وہاں پہنچ گئے۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ بھی بذات خود پہنچ گئے۔ اس غزوہ میں مستند روایات کے مطابق چار سو بالغ مردوں کو قتل کئے گئے اور نو سو عورتوں اور بچوں کو غلام بنائے گئے۔ اور ان کے مال واسباب کو مسلمانوں میں تقسیم کئے گئے۔

اس آرٹیکل کا بنیادی ضرورت یہ ہے کہ بعض مستشرقین کی جانب سے اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے غزوہ بنی قریظہ کے موقع پر چار سو افراد کو قتل کیا ہے جو کہ زیادتی ہے۔ میں نے اپنے اس آرٹیکل میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ جب ان کے متعلق فیصلہ ہورہی تھی تو انہوں نے خود فیصلہ کیا اور اپنے متعلق حضرت سعد بن معاذؓ کو اپنا حکم بنایا۔ اور جب حضرت سعد بن معاذؓ کو حکم بنایا گیا تو انہوں نے بنی قریضہ سے کہا کہ میں جو فیصلہ کروں گا تو کیا آپ اس کو قبول کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے فیصلے کو ہر صورت میں قبول کریں گے۔ اور پھر اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے بھی کہا کہ میں جو فیصلہ کروں گا تو آپ کو قبول ہو گا، تو رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا کہ ہاں۔ اس کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ نے بنی قریظہ کے بالغ مردوں کے قتل کا فیصلہ سنایا۔ اس آرٹیکل میں غزوہ بنی قریظہ سے متعلق قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے جتنی مسائل کا استنباط کیا ہے ان کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

تعارف: سورۃ الاحزاب مدنی سورۃ ہے۔ اس میں 9 رکوع اور 73 آیات، 1303 الفاظ اور 5618 حروف ہیں۔ ترتیب توقیفی کے اعتبار سے یہ 33 ویں سورہ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ نوے 90 نمبر پر ہے۔ جو 21 ویں پارے کے آخر میں شروع ہو کر 22 ویں پارے میں ختم ہوتا ہے۔ اس سورۃ سے پہلے سورۃ السجدہ اور اس کے بعد سورۃ سبا ہے جو کہ دونوں مکی سورتیں ہیں۔ اس سورۃ کا نام آیت نمبر 20 کے فقرہ "یحسبون الاحزاب لم یذھبوا" سے ماخوذ ہے۔ لفظ احزاب اس سورۃ میں تین مرتبہ جبکہ دوسری سورتوں میں آٹھ مرتبہ آیا ہے۔

لغوی تحقیق: احزاب، "اح + زاب" سے بنا ہے۔ حزب کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ گروہ یا جماعت ہے۔ یہ لفظ عربی زبان سے اسم مشتق ہے۔ افعال کے وزن پر اسم جمع ہے۔ یہ لفظ اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ اسم معرفہ ہے۔

شان نزول: اس سورۃ کے شان نزول کے متعلق تین تاریخی واقعات موجود ہیں۔ پہلا واقعہ غزوہ احزاب جو کہ شوال 5 ہجری میں واقع ہوا۔ دوسرا اہم واقعہ ب غزوہ بنی قریظہ جو کہ ذی القعدہ 5 ہجری میں

ہوئی۔ جبکہ تیسرا اہم اور تاریخی واقعہ حضرت زینب ؓ بنت جحش کا رسول اللہ ﷺ سے شادی اور اس پر منافقین کا پروپیگنڈا ہے اور یہ بھی ذی القعدہ 5 ہجری میں واقع ہوئی ہے۔ ان تینوں واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ اسی دور میں نازل ہوا ہے۔

اس سورۃ میں بہت سے فقہی مسائل کا تذکرہ ہوا ہے۔ ان میں ایک مسئلہ غزوہ بنی قریظہ کے متعلق ہے۔ تفسیر مظہری کی روشنی میں غزوہ بنی قریظہ کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ اس کا تذکرہ ہمیں اس سوہ احزاب کے آیت نمبر 26، 27 میں ملتی ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا 26

پھر اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے ان حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا، اللہ اُن کی گڑھیوں سے انہیں اُتار لایا اور اُن کے دلوں میں اُس نے ایسا رعب ڈال دیا کہ آج ان میں سے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو قید کر رہے ہو۔

وضاحت: اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نیچے اتار لیا۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف قریش اور غطفان کے جھتوں کیساتھ تعاون کیا تھا۔ آیت میں "اہل الکتب" سے مراد بنی قریظہ ہیں۔

"صیاصیھم" یہ صیصہ کی جمع ہے۔ اور اس سے مراد ایسا قلعہ ہے جس کے ذریعہ حفاظت کی جاسکتی ہو۔ اسی لئے بیل اور ہرن کے سینگ، مرغ کا کانٹا چھڑی اور جولاہے کے تانا بانا برابر کرنے والے آلہ کو بھی "صیصہ" کہا جاتا ہے۔

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا 27

اُس نے تم کو اُن کی زمین اور اُن کے گھروں اور اُن کے اموال کا وارث بنا دیا اور وہ علاقہ تمہیں دیا جسے تم نے کبھی پامال نہ کیا تھا۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بنی قریظہ کا تاریخی پس منظر:

تاریخ العرب قبل الاسلام جلد ششم کے مطابق اسرائیلی یہود کا نسب حضرت یعقوبؑ سے جاملتا ہے۔ جنہیں اسرائیل کہتے ہیں۔ لفظ الیہود، "ہاد" سے مشتق ہے۔ جس کا معنی واپس لوٹنے کے ہیں۔ اور انہوں نے یہ لفظ حضرت موسیٰؑ کے قول "اناھدنا الیک" سے اخذ کیا ہے جس کا معنی ہے کہ ہم واپس آئے اور ہم نے عاجزی اختیار کی۔ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے جب عرب میں سکونت اختیار کی تو آپ کے اولاد جزیرۃ العرب میں یثرب مدینہ میں آباد ہوگئے۔ یثرب میں یہودیوں کے بارہ قبائل آباد تھے۔ جو یہ ہیں۔ بنو عکرمہ، بنو ثعلبہ، بنو محمر، بنو قینقاع، بنو زید، بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو بہدل، بنو عوف، بنو فصیص، بنو مرانہ، بنو زاعوراء۔ زاعوراء کے سوا یہ باقی نام خالص عربی نام ہیں۔ مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ بنو قریضہ اور بنو نضیر یہودیوں کے درمیان کاہنوں کے نام سے معروف تھے۔ تاریخی اعتبار سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ یہود یثرب مدینہ میں کیسے آئے البتہ اسلام سے قبل یہودی یثرب میں صدیوں پہلے سے آباد تھے۔ اور تقریبا200 سال قبل مسیح میں یہاں آباد ہوئے، اور یہ حضرت موسیٰؑ کا آخری جبکہ حضرت یوشع نبی کے ابتدائی دور کی بات ہے۔ اور دوسرا دور وہ ہے جب ان کی ہیکل70 قبل مسیح میں تباہ ہو کر وہ یثرب کو ہجرت کر گئے۔

یہودی جب یثرب مدینہ کے علاقے پہنچے اور الغابہ کے مقام پر پڑاوڈالا لیکن یہ جگہ ان کو پسند نہیں ہوا تو انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو اچھی جگہ کے تلاش کیلئے بھیجا تو وہ جگہ تلاش کرتے کرتے منطقہ عالیہ پہنچے۔ یعنی بطحان اور مہزور تک جو حرہ کی دو وادیاں ہیں۔ اس جگہ کی زمین زرخیز تھی اور پانی بھی میٹھا تھا۔ پس وہ شخص واپس الغابہ پہنچا اور اپنی قوم کو بتایا تو بنو نضیر اور اس کے ساتھی بطحان میں آباد ہوگئے اور بنی قریظہ، بنو بہدل اور ان کے ساتھی مہذور میں قیام پزیر ہوگئے۔ اور یہاں کی سرسبز و شاداب زمیں ان کے قبضے میں آگئی۔ اس طرح یہود مدینہ کے شمال میں آباد ہوگئے۔ اور پھر بعد میں مدینہ کے شمال مشرق میں خیبر میں بھی آباد ہوگئے۔ اس کے علاوہ یہود مدینہ کے شمال میں چھوٹے چھوٹے قصبات میں بھی آباد ہوئے جو وادی القریٰ سے انتہائی شمال تیاء کے علاقے تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ دونوں خطے بھی سرسبز و شاداب تھے۔ دیگر قصبات میں تبوک، مقنا، ایلہ

اور بحر الاحمر کے ساحل پر بھی آباد تھے۔ ظہور اسلام کے وقت یثرب اور یمن سے جلا وطن یہودی طائف اور بحرین میں آباد ہو گئے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو ہجرت کیا تو آپ ﷺ نے مدینہ کے تمام قبائل سے معاہدے کئے ان میں یہود کے قبائل بھی موجود تھے۔ جس میں بنی قریظہ سے بھی مدینہ کے امن و امان اور حفاظت کا معاہدہ کیا گیا۔ لیکن جب کفار قریش نے مدینہ پر حملہ کیا تو بنی قریظہ نے نہ صرف اس معاہدے کو توڑ کر کفار قریش کی مدد کی بلکہ مدینہ میں خواتین اور بچوں کا جو محفوظ قلعہ تھا اس پر بھی حملے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوئے۔ اس وجہ سے غزوہ احزاب کے بعد غزوہ بنی قریظہ واقع ہوئی۔

غزوہ بنی قریضہ: تفسیر مظہری کی روشنی میں غزوہ بنی قریظہ کا پورا خدوخال درج ذیل ہے۔

محمد بن عمرؒ نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ جب مشرکین غزوہ خندق سے واپس چلے گئے تو بنو قریظہ کو شدید خوف لاحق ہو گیا۔ 1 امام احمدؒ اور شیخین نے مختصراً، بیہقی اور حاکم نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے تفصیلاً نقل کیا ہے۔ اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابو نعیم اور بیہقی نے آپ ہی سے ایک دوسری سند سے، ابن عابد نے حمید بن ہلال سے، ابن جریر نے ابن ابی اوفی سے، بیہقی نے عروہ سے، ابن سعد نے ماجشون اور یزید بن اصم سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان جب غزوہ خندق سے واپس لوٹے تو بہت تھکے ہوئے تھے۔ لہٰذا آتے ہی ہتھیار کھول دیئے۔ اور حضور ﷺ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے پانی طلب کیا اور سر مبارک دھونا شروع کیا۔ 2

علامہ بغویؒ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس تشریف فرما تھے۔ وہ آپ ﷺ کا سر مبارک دھو رہی تھی اور ابھی تک صرف ایک طرف سے دھویا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم گھر میں ہی تھے کہ ایک آدمی نے ہمیں سلام کیا۔[3]

محمد بن عمرؒ نے کہا ہے کہ وہ آدمی جنازہ رکھنے کی جگہ کھڑا ہوا اور پکار کر کہا، تمہارا کیا عذر ہے کہ ہتھیار کھول دیئے ہیں؟ پس حضور ﷺ گھبرا کر اٹھے انتہائی تیزی سے اچھلتے ہوئے اس کی طرف تشریف لے گئے۔

میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے اٹھی۔ اور دروازے کے سوراخوں سے دیکھا کہ وہ حضرت دحیہ کلبی ہیں۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اپنے سر سے گرد و غبار جھاڑ رہے ہیں اور ابن اسحاق نے کہا ہے کہ وہ آدمی عمامہ باندھے ہوئے تھا۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ نے کتنے جلد ہے ہتھیار کھول دیئے ہیں؟ آپ کا کیا عذر تھا؟ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے تم نے تو ہتھیار اتار دیئے ہیں۔ لیکن ملائکہ نے تو اس وقت سے ہتھیار نہیں اتارے ہیں جب سے دشمن نے یلغار کی ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ چالیس راتوں سے ملائکہ نے ہتھیار نہیں کھولے۔ اور ابھی ہم دشمن کے تعاقب سے واپس لوٹ رہے ہیں۔ ہم نے ان جھتوں کو صحراء الاسد تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھگا دیا ہے۔ اور آپ کو بنی قریظہ کے قتال کا حکم دیا ہے۔ اور میں اپنے ساتھی ملائکہ کو لیکر انہی کی طرف جارہاہوں تاکہ ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کردوں۔ لہٰذا آپ بھی لوگوں کو لیکر آیئے۔[4]

حمید بن ہلال نے کہاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میرے صحابہ کرام بہت تھکے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اگر تم انہیں چند دن کی مہلت دو تو بہتر ہے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ آپ ان کی جانب تشریف لے جائیں، خدا کی قسم! میں انہیں ایسے ریزہ ریزہ کردوں گا جیسے کوئی انڈہ پتھر پر دے مارے۔ پھر میں ان کے قلعوں کو ہلا کر رکھ دوں گا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ واپس گھر میں تشریف لائے تو میں نے پوچھا، وہ آدمی کون تھا، جس سے آپ محو گفتگو تھے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم نے بھی اسے دیکھاہے؟ میں نے عرض کی، جی ہاں۔ تو پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تونے اس کو کس کے مشابہ پایا؟ میں نے عرض کی کہ دحیہ کلبی کے۔ اس وقت حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے اور انہوں نے مجھے بنی قریظہ کی طرف جانے کیلئے کہاہے۔ حمید بن ہلال نے کہاہے کہ پھر حضرت جبرائیلؑ اور ان کے ساتھی فرشتے پیٹھ پھیر کر چلے گئے یہاں تک کہ انصار کے قبیلہ بنی غنم کی گلیوں میں غبار اڑنے لگا۔ صحیح بخاری کی روایت میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں وہ غبار اڑتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اور ابن عابد نے حضرت قتادہؓ کی روایت کو نقل کیاہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن منادی کو بھیجا کہ وہ یہ آواز لگائے کہ "یا

خیل اللہ ارکبی" اے اللہ کے شہسواروں! اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔ اور حضرت بلالؓ کو حکم ارشاد فرمایا تو انہوں نے لوگوں کو آواز دی کہ جو بھی مطیع اور فرمانبردار آواز سن رہا ہے وہ ضروری طور پر عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر ادا کرے۔

شیخین نے حضرت ابن عمرؓ، بیہقی نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور ابن عقبہ اور طبرانی نے کعب بن مالکؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا، میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز ادا نہیں کرنا۔ اور مسلم شریف میں حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ ظہر کی نماز بنی قریظہ میں ادا کرنا۔ چنانچہ بعض صحابہ نے عصر کی نماز یا دوسری روایت کے الفاظ کے مطابق ظہر کی نماز کا وقت راستے میں ہی پالیا۔ تو اس وقت بعض نے کہا کہ ہم تو نماز بنی قریظہ ہی پہنچ کر ادا کریں گے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قسم دے رکھی ہے۔ اور ہم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ لہٰذا جب وہ بنی قریظہ پہنچے تو انہوں نے غروب آفتاب کے بعد عصر کی نماز ادا کی۔ اور بعض نے یہ کہا کہ ہم تو نماز پڑھ لیں گے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ہمیں نماز چھوڑنے کا حکم ارشاد نہیں فرمایا۔ پس انہوں نے نماز پڑھ لی۔ پھر اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کو کیا گیا تو آپ ﷺ نے دونوں فریقین میں سے کسی کو بھی عتاب نہیں فرمایا۔[5]

فائدہ: نماز ظہر اور عصر کی حدیثوں کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ ان میں سے ایک گروہ پہلے گیا اور دوسرا گروہ بعد میں روانہ ہوا۔ پہلے گروہ کو کہا گیا کہ وہ ظہر کی نماز بنی قریظہ میں پہنچ کر ادا کریں۔ اور دوسرے گروہ کو نماز عصر کے بارے میں کہا گیا۔ اس قول کے مطابق اس کی وجہ تطبیق یہ ہے کہ حضور ﷺ نے طاقتور یا وہ افراد جن کے گھر قریب تھے، ان کو یہ ارشاد کیا کہ وہ ظہر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر ادا کریں اور ان کے سوا دوسرے لوگوں کو عصر کی نماز کا حکم دیا۔

مسئلہ: اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مجتہد سے اجتہاد کرتے وقت خطا سرزد ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں فریقین میں سے جنہوں نے راستے میں نماز ادا کی اور جنہوں نے راستے میں نہیں پڑھی، کسی کو بھی عتاب نہیں فرمایا۔ زاد المعاد میں ہے کہ دونوں فریقوں میں سے ہر ایک قصد

اور ارادے کی وجہ سے اجر کا مستحق ہو گیا۔ مگر جنہوں نے راستے میں نماز ادا کی وہ دو فضیلتوں کے مستحق ہو گئے۔ ایک بروقت نماز ادا کرنے کی فضیلت اور دوسری فضیلت یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں بنی قریظہ کی طرف جانے میں جلدی کی۔ کیونکہ حضور ﷺ کے حکم کا مقصود بھی یہی تھا کہ وہ بنی قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز ادا کریں۔ اس سے مجازاً یہی مراد تھی کہ حکم کی تعمیل میں تیزی کی جائے۔ واللہ اعلم

حضور ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو بلایا اور انہیں اپنا علم عطا فرمایا۔ علم ابھی تک اپنی پہلی حالت پر ہی تھا۔ غزوہ خندق سے واپس لوٹنے پر ابھی تک کھولا بھی نہیں گیا تھا کہ اتنے میں لوگ تیزی سے اُدھر روانہ ہو گئے۔ محمد بن عمرو بن سعد، ابن ہشام اور بلاذری نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر کیا۔[6]

محمد بن عمرو نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تئیس [23] ذی قعدہ کو مدینہ سے بنی قریظہ کی طرف تشریف لے گئے۔7 علامہ بغویؒ نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ 5 ہجری میں پیش آیا۔[8]

حضور ﷺ نے ہتھیار سجائے، زرہ پہنی، خود سر پر رکھا، نیزہ ہاتھوں میں پکڑا، ڈھال لٹکائی اور اپنے لحیف گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے گرد جمع ہوئے۔ وہ بھی ہتھیار سجا کر گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان میں شہسواروں کی تعداد چھتیس تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے جلو میں بنی قریظہ کی جانب چلے۔ آپ ﷺ کے ارد گرد شہسواروں اور پیادہ لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ ابن سعد کا قول ہے کہ آپ ﷺ کیساتھ چلنے والوں کی تعداد تین ہزار تھی۔

مسئلہ: یہ واقعہ تو اس پر دلالت کرتا ہے کہ اشہر حرام میں جنگ کا آغاز کرنا جائز ہے۔ لیکن اس کے بعد حضور ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اشہر حرام میں جنگ کرنے سے منع فرما دیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کیلئے اس بار اشہر حرام میں جنگ کرنا اسی طرح مباح فرما دیا ہو جیسا کہ فتح مکہ کے دن حرم پاک میں دن کے مخصوص وقت میں جنگ کی اجازت فرمادی تھی۔ اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ اس

جنگ کا آغاز حضور ﷺ کی طرف سے نہیں ہوا ہو۔ بلکہ اس کی ابتداء بنی قریظہ کی طرف سے ہوئی۔ جیسا کہ ان کی طرف سے قریش اور ان کے ساتھیوں کی مدد کرنے سے صاف ظاہر ہے۔ واللہ اعلم

طبرانی نے ابو رافع اور ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بنی قریظہ کی طرف تشریف لائے تو آپ ﷺ ننگی پشت والے گدھے پر سوار تھے۔ جس کا نام یعفور تھا۔ اور لوگ آپ ﷺ کے ارد گرد جمع تھے۔[9]

حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے، محمد بن عمرو نے اپنے شیوخ سے اور ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر صورین کے مقام سے بنی نجار کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا۔ ان میں حارثہ بن نعمان بھی تھے۔ وہ سب ہتھیار سجائے صف بستہ کھڑے تھے۔ تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا، کیا تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے، تو انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ وحیہ کلبی ادھر سے گزرے ہیں۔ وہ ایک خچر پر سوار تھے۔ اور اس پر ریشمی زین پڑی ہوئی تھی۔ اور انہوں نے ہمیں بھی ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم نے بھی ہتھیار اٹھالئے اور صف بستہ ہو گئے۔ اور انہوں نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ ابھی ابھی رسول اللہ ﷺ بھی تمہارے پاس تشریف لانے والے ہیں۔ حارثہ بن نعمان نے کہا کہ ہم دو صفیں بنائے ہوئے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل امین تھے۔ جنہیں بنی قریظہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ تاکہ وہ ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کر دیں۔ اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں۔ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ مہاجرین وانصار کے ایک گروہ کے ساتھ آگے چلے گئے۔ اور انہی میں ابو قتادہؓ بھی تھے۔[10]

محمد بن عمر نے حضرت ابو قتادہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب ہم بنی قریظہ کے پاس پہنچے تو ہم نے انہیں دیکھا اور یہ خیال کیا کہ ان لوگوں کو جنگ کا یقین ہو چکا ہے۔ حضرت علیؓ نے قلعہ کے پاس عَلَم گاڑ دیا۔ پس جونہی انہوں نے ہمیں اپنے قلعوں کے اندر سے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازیبا غلیظ الفاظ استعمال کرنے لگے۔ ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے خاموشی اختیار کی اور صرف اتنا کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ تلوار کرے گی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما ہو گئے اور

آپ ﷺ نے بھی ان کے قلعہ کے قریب بنی قریظہ کے پتھریلے میدان کی نچلی جانب بئرانہ کے پاس نزول فرمایا۔ پس جب حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو انہوں نے مجھے عَلَم تھامنے کو کہا۔ چنانچہ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ حضرت علیؓ کو یہ پسند نہ تھا کہ آقائے دو جہاں ﷺ ان کی جانب سے اذیت ناک اور نازیبا الفاظ سنیں۔ اس لئے انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ ان خبیثوں کے پاس آنا آپ کیلئے لازم نہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، کیا تو مجھے واپس لوٹنے کا مشورہ دے رہا ہے؟ اور اس کے ساتھ فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے ان سے اذیت ناک باتیں سنیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کی، جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو وہ قطعاً ایسے الفاظ نہیں کہتے۔ پس رسول اللہ ﷺ ان کی طرف چلے۔ اور آپ ﷺ کے آگے حضرت اسید بن حضیرؓ تھے۔ تو انہوں نے کہا، اے دشمنانِ خدا! ہم تمہارے قلعوں کے پاس سے نہیں جائیں گے یہاں تک کہ تم بھوکے مر جاؤ گے۔ تم اس لومڑی کی مثل ہو جو اپنی بل میں چھپی ہو تو انہوں نے جواب میں کہا، اے اسید بن حضیر! ہم تو خزرج کے مقابلے میں تمہارے حلیف اور دوست تھے۔ تو حضرت اسید بن حضیر نے کہا کہ اب میرے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں اور نہ ہی کوئی دوستی ہے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ قریب آگئے۔ اور ہم تو آپ ﷺ کے بارے میں کچھ خوف زدہ تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے بلند آواز سے ان کے سرداروں کو بلایا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنی آواز سنوالی۔ آپ نے فرمایا مجھے جواب دو، اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیوں! اے شیطانوں کی پوجا کرنے والو! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل وخوار اور رسوا کیا ہے؟ کیا اس نے تم پر اپنا عذاب نازل کیا ہے؟ کیا تم میرے بارے میں غلیظ الفاظ استعمال کرتے ہو؟ تو وہ وہیں سے قسمیں اٹھا اٹھا کر کہنے لگے ہم نے تو ایسا نہیں کیا۔ اور کہنے لگے اے ابو القاسم! آپ تو جاہل نہیں ہیں۔ اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ آپ تو فحش گو نہیں ہیں۔ شام کے وقت مسلمان رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے اور سعد بن عبادہؓ نے آپ ﷺ کیلئے کچھ کھجوروں کے ٹوکرے بھیج دیئے۔ اس دن تمام کا کھانا یہ کھجوریں تھیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھجوریں بہت اچھا کھانا ہے۔ پھر آپ ﷺ سحری کے وقت اٹھے اور تیر اندازوں کو آگے بھیجا۔ انہوں نے یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کیا اور ان پر پتھر

اور تیر برسانے لگے۔ وہ بھی اپنے قلعوں کے اندر سے پتھر اور تیر پھینکتے رہے۔ یہاں تک کہ شام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضور ﷺ کے جانبازوں نے رات بھر قلعوں کا محاصرہ جاری رکھا۔ وہ بدل بدل کر اپنا فرض ادا کرتے رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں تیر اندازی کا عمل مسلسل جاری رکھا۔ حتیٰ کہ یہودیوں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اور انہوں نے مسلمانوں پر تیر چھوڑنا بند کر دیئے۔ اور یہ کہنے لگے کہ تم ہمیں موقع فراہم کرو، ہم تمہارے ساتھ گفتگو کریں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس پیشکش کو قبول کیا۔ چنانچہ انہوں نے نباش بن قیس کو نیچے اتارا۔ تو اس نے آپ ﷺ سے یہ بات کی کہ ہم بنو نضیر کی شرط کے مطابق ہی نیچے اتر آئیں گے۔ یعنی اپنا تمام تر مال و متاع اور اسلحہ ساتھ لیں گے۔ اور اپنے بچوں اور عورتوں کو ساتھ لیکر تمہارے شہر سے نکل جائیں گے۔ اور اسلحہ کے علاوہ جو سامان اونٹ پر لاد سکے وہ ساتھ لے جائیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ شرط قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے یہ کہا کہ آپ ہماری جانیں محفوظ رہنے دیں، ہماری عورتیں اور بچے ہمارے حوالے کریں اور اونٹوں پر لدے ہوئے سامان کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ مگر آپ ﷺ نے اس شرط کو بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا کہ اب تو میرے حکم اور فیصلے کے مطابق بغیر کسی شرط کے نیچے اترنا ہو گا۔ بناش بن قیس یہ سن کر ان کی طرف واپس چلا گیا۔ اور ان کے پاس پہنچ کر مکمل گفتگو سے انہیں آگاہ کر دیا۔ اس وقت کعب بن اسد نے کہا، اے گروہ بنی قریظہ! خدا کی قسم! تم پر مصیبت نازل ہو چکی ہے۔ جسے تم دیکھ رہے ہو۔ اب میں تم کو تین چیزیں پیش کرتا ہوں کہ ان میں سے جو چاہو اپنا لو۔ انہوں نے کہا وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا کہ پہلی بات یہ ہے کہ ہم اس آدمی کی بیعت کر لیں اور اسے سچا تسلیم کر لیں۔ خدا کی قسم! تم پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ نبی مرسل ہے۔ بیشک یہ وہی ہے جس کا ذکر تم اپنی کتاب میں پاتے ہو۔ پس اس کی سبب تمہاری جانیں، عورتیں، مال و متاع یعنی ہر شے محفوظ ہو جائے گی۔ خدا کی قسم! تم یقیناً جانتے ہو کہ یہ محمد ﷺ نبی ہیں۔ اور ہمارے لئے اس کو تسلیم کرنے سے صرف یہ مانع ہے کہ ہم ان کے عربی ہونے کے سبب اس سے حسد رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ نبی بنی اسرائیل میں سے نہیں ہے۔ لیکن اب تو اسے اللہ تعالیٰ نے بنا لیا ہے۔ اور میں بذات خود وعدہ خلافی اور معاہدہ توڑنے کو ناپسند کرتا تھا۔

لیکن یہ مصیبت اور نحوست اس بیٹھنے والے یعنی حیی بن اخطب کے سبب پڑی ہے۔ حیی بن اخطب اس وقت ان کے پاس قلعہ میں موجود تھا۔ جب قریش اور غطفان کے جتھے واپس چلے گئے۔ تو وہ کعب بن اسد کے ساتھ کیے گئے وعدے کے مطابق قلعہ میں واپس لوٹ آیا تھا۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ جو ابن جو اس تمہیں کہا تھا جبکہ تمہاری شراب، گدھے اور امارت ختم کر دی گئی اور تمہیں شفاء دوا، کھجور اور جو کے قریب کر دیا گیا۔ انہوں نے کہا وہ کیا تھا جو اس نے کہا تھا؟ اس نے کہا تھا کہ اس بستی میں ایک نبی کا ظہور ہو گا۔ اگر اس کے ظہور کے وقت میں زندہ ہوا تو میں اس کا اتباع اور مدد کروں گا۔ اور اگر اس کا ظہور میرے بعد ہوا تو تم اس کے بارے میں کسی کے دھوکے میں نہیں آنا۔ بلکہ اس کی اتباع اور پیروی کرنا۔ اور اس کے مددگار اور دوست بن جانا۔ تو اس طرح تمہارا ایمان دونوں کتابوں یعنی پہلی اور آخری پر ہو جائے گا۔ انہیں میری طرف سے سلام پیش کرنا۔ اور یہ اطلاع دینا کہ میں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ پھر کعب نے کہا کہ آؤ ہم اس کی بیعت کریں اور اسے سچا تسلیم کریں۔ لیکن اس کا جواب قوم نے اس طرح دیا کہ ہم تو کبھی بھی تورات کے حکم سے علیحدگی اختیار نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی ہم اسے کسی اور دین کے ساتھ تبدیل کریں گے۔ پھر کعب نے کہا کہ اگر تم اسے ماننے کیلئے تیار نہیں ہو تو پھر ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر دیں۔ اور پھر تلواریں سونت کر محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کی طرف خروج کریں۔ اور ہم کوئی کسر نہیں چھوڑیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد ﷺ کے مابین فیصلہ کر دے۔ پس اس طرح اگر ہم ہلاک بھی ہو گئے تو ہم اپنے پیچھے کوئی ایسی چیز چھوڑ کر نہیں مریں گے۔ جس کے بارے میں ہمیں کوئی خوف ہو۔ اور اگر ہم غالب آ گئے تو مجھے اپنی عمر کی قسم! ہم یقیناً اپنی عورتیں اور بچے پالیں گے۔ تو قوم نے اس کا جواب یہ دیا۔ ہم تو ان مساکین کو قتل نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی اور لطف باقی نہیں رہے گا۔ پھر کعب نے کہا کہ اگر تم یہ بات بھی تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں تو پھر آج کی رات ہفتے کی رات ہے۔ اس رات میں محمد ﷺ اور ان کے ساتھی بالکل پر امن ہونگے لہٰذا تم نیچے اترو اور محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کو غفلت میں پا کر ان پر حملہ کر دو۔ تو قوم نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ کیا ہم یوم السبت کے تقدس کو پامال کر دیں؟ اور ہم اس میں ایسا عمل کر دیں جو ہم سے

پہلے لوگوں نے نہیں کیا۔ کیا تو جانتا نہیں کہ جس نے بھی اس دن کا خیال نہیں رکھا تو اس کی گرفت کی گئی اور شکل مسخ کر دی گئی۔ یہ سن کر کعب نے کہا کہ جب سے میں سے کسی کو اپنی ماں نے جنم دیا ہے اس وقت سے لیکر آج تک اس پر ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ وہ بات پر یقین کرنے والا اور دانا ہو۔ سعیہ کے دونوں بیٹوں ثعلبہ اور اسید اور ان کے چچا کے بیٹے اسد بن عبید نے کہا یہ لوگ بنی قریظہ اور بنی نضیر سے نہیں تھے۔ بلکہ ان کا تعلق بنی ہذیل کے ساتھ تھا۔ اور کہیں اوپر سے ان کی نسبت بنی قریظہ اور بنی نضیر کے ساتھ ملتی تھی۔ اے گروہ بنو قریظہ! خدا کی قسم! تم یقینی طور پر جانتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ کے اخلاق و کمالات اور حلیہ مبارک کا تذکرہ ہمارے سامنے ہمارے علماء بھی بیان کرتے رہے۔ اور بنی نضیر کے علماء نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بنی نضیر کا یہ اول آدمی حیی بن اخطب ابن ہیان سے خوب واقف ہے کہ وہ ہمارے نزدیک تمام لوگوں کی نسبت زیادہ سچ بولنے والا تھا۔ اس نے بھی اپنی موت کے وقت آپ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کا تذکرہ کیا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم قطعاً تورات سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ پس جب انہوں نے انہیں انکار کرتے دیکھا تو اس رات کی صبح کو نیچے اتر کر اسلام قبول کر لیا۔ اور اپنی جانوں، اہل و عیال اور مال و متاع کو محفوظ و مامون کر لیا۔ عمرو بن سعد نے کہا کہ اے گروہ یہود! تم جانتے ہو کہ تم نے محمد ﷺ کی مخالفت کی ہے۔ اور تمہارے اور ان کے درمیان جو معاہدہ طے پایا تھا اسے تم نے توڑ دیا ہے۔ اور میں نہ معاہدہ کرنے میں شامل تھا اور نہ ہی اسے توڑنے میں شامل تھا۔ پس اگر تم نے انکار کر ہی دیا ہے تو اب یہودیت پر ثابت قدم ہو جاؤ اور جزیہ ادا کرو۔ خدا کی قسم! میں یہ نہیں جانتا کہ وہ اسے قبول کریں گے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم عربوں کو جزیہ دینے کا اقرار نہیں کر سکتے کہ وہ ہم سے لیتے رہیں۔ بلکہ اس سے تو قتل ہو جانا بہتر ہے۔ پس اس نے انہیں کہا کہ میں تو تم سے بری ہوں اور وہ اسی رات سعیہ کے دونوں بیٹوں کے ساتھ وہاں سے نکل گیا۔ جب اس کا گزر رسول اللہ ﷺ کے محافظوں سے ہوا تو ان کے سردار محمد بن مسلمہ تھے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا یہ کون ہے؟ اس نے کہا عمرو بن سعد۔ تو اس وقت محمد بن مسلمہ نے کہا اے اللہ، مجھے معزز و محترم لوگوں کی سنگت سے محروم نہ کرنا۔ اور پھر اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ وہ آگے بڑھا اور حضور ﷺ کی مسجد تک آ پہنچا۔ اس

نے رات بسر کی یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ پس جب دوسرے دن صبح ہوئی تو کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ اس وقت تک کہاں ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ آدمی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایفائے عہد کے سبب نجات عطا فرمادی ہے۔[11]

اہل مغازی نے لکھا ہے کہ پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ حضرت ابولبابہؓ کو ہماری طرف بھیج دیا جائے۔ ہم اپنے امور کے بارے میں ان سے مشاورت چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں ان کی طرف بھیج دیا۔ پس جونہی انہوں نے آپ کو دیکھا تو مرد احتراماً کھڑے ہوگئے اور عورتوں اور بچوں نے ان کے سامنے رونا شروع کر دیا۔ پس ان کی کیفیت دیکھ کر حضرت ابولبابہؓ کا دل ان کیلئے نرم ہوگیا۔ پھر انہوں نے آپ سے پوچھا، اے ابولبابہ! کیا آپ مناسب خیال کرتے ہیں کہ ہم محمد ﷺ کے حکم پر نیچے اتر آئیں؟ تو اس پر آپ نے فرمایا، جی ہاں۔ مگر ساتھ ہی اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔ اور اس سے مراد یہ تھی کہ تمہیں ذبح کر دیا جائے گا۔ حضرت ابولبابہؓ فرماتے ہیں، خدا کی قسم! میں ابھی وہاں تھا کہ میں نے پہچان لیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کیساتھ خیانت کی ہے۔ پھر ابو لبابہؓ وہاں سے چلے تو حضور ﷺ کے پاس آنے کی بجائے سیدھے مسجد میں پہنچے اور ایک ستون کیساتھ اپنے آپ کو باندھ دیا۔ اور یہ کہا کہ میں اسی جگہ پر پڑا رہوں گا یہاں تک کہ میری موت آجائے۔ یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا ہے کہ کبھی بھی بنی قریظہ کی زمین پر نہیں جاؤں گا۔ اور میں اس شہر میں کبھی دکھائی نہیں دوں گا۔ جس میں میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ہے۔ جب میرے چلے جانے اور جو کچھ میں نے کہا تھا اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے اسی حال پر چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے اس کیلئے نیا حکم نازل فرمادے۔ اگر وہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کیلئے مغفرت طلب کرتا لیکن جب وہ میرے پاس آیا ہی نہیں اور چلا گیا ہے تو اب اسے چھوڑ دو۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "یا ایھا الذین اٰمنوا لا تخونوا اللہ والرسول و تخونوا اٰمٰنتکم وانتم تعلمون"[12] ابو لبابہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے گھر تشریف فرما تھے تو آپ پر ابو

لبابہ کی توبہ کا حکم نازل ہوا۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسکراتے سنا۔ تو میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے۔ تو اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا ابو لبابہ کی توبہ قبول کر لی گئی ہے۔ تو میں نے عرض کی، کیا میں انہیں اس کی بشارت نہ دیدوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، کیوں نہیں اگر تو چاہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں اٹھ کر اپنے حجرے کے دروازے تک گئی یہ واقعہ پردے کے حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور پکار کر کہا، اے ابو لبابہ تجھے مبارک اور خوشخبری ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ہے۔ پس لوگ دوڑ کر آئے تاکہ ابولبابہ کو کھول دیں مگر انہوں نے کہا ہر گز نہیں۔ خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ ہی اپنے دست مبارک سے مجھے کھولیں گے۔ پس جب صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور ان کے پاس سے گزر ہوا تو انہیں ستون سے کھول دیا۔ حماد بن سلمہ نے علی بن زید بن جدعانؒ سے اور اس نے علی بن حسینؒ سے روایت نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت ابولبابہ کو کھولنے کیلئے تشریف لے آئیں تو انہوں نے کہا، میں نے قسم کھار کھی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں کھولے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ تو میرا ہی ایک حصہ ہے۔ اس کی سند میں علی بن جدعان ضعیف ہے۔ اور علی بن حسین کی روایت مرسل ہے۔ حضرت ابولبابہؓ کہتے ہیں کہ مجھے وہ خواب یاد تھا جو میں نے حالت نیند میں دیکھا تھا۔ جب کہ ہم بنی قریظہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ خواب یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو سیاہ بدبودار مٹی کے کیچڑ میں پھنسے ہوئے دیکھا۔ اور میں مسلسل کوشش کے باوجود اس سے نکل نہیں سکا حتیٰ کہ میں اس کی بدبو سے مرنے کے قریب ہو گیا۔ بعد ازاں میں نے ایک جاری نہر دیکھی اور مجھے یہ دکھایا گیا کہ میں نے اس میں غسل کیا ہے یہاں تک کہ میں نے غلاظت اور گندگی کو دور کر دیا ہے۔ اور انتہائی عمدہ اور اچھی خوشبو محسوس کرنے لگا ہوں۔ میں نے اس خواب کی تعبیر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے پوچھی تو آپؓ نے فرمایا کہ تو بالیقین ایسے کام کا ارتکاب کرے گا جو تجھے غم اور پریشانی میں مبتلا کر دے گا۔ پھر وہ حزن و ملال تجھ سے دور ہو جائے گا۔ جب میں ستون سے بندھا ہوا تھا تو مجھے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہ قول یاد تھا۔ اور میں یہ امید کر رہا تھا کہ رب کریم میری توبہ کی قبولیت کے بارے میں وحی

ضرور نازل فرمائے گا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اسی حالت پر پڑا رہا۔ حتیٰ کہ تکلیف کی وجہ سے مجھے کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔[13]

ابن ہشام نے کہا ہے کہ وہ چھ راتوں تک بندھے رہے۔ ہر نماز کے وقت ان کی زوجہ آتیں۔ اور انہیں کھول دیتیں۔ یہاں تک کہ وہ وضوء کر کے نماز ادا کرتے اور پھر وہ انہیں باندھ دیتیں۔[14] ابن عقبہ نے کہا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ بیس رات تک بندھے رہے۔ ہدایہ میں ہے کہ یہ زیادہ مناسب قول ہے۔[15] اور ابن اسحاق نے کہا ہے کہ وہ پچیس راتوں تک بندھے رہے۔ جب نماز کا وقت ہوا یا قضائے حاجت کیلئے جانے کا ارادہ کرتے تو ان کی بیٹی آکر کھول دیتی اور جب وہ فارغ ہو جاتے تو وہ انہیں دوبارہ باندھ دیتی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کبھی کھولنے کیلئے ان کی زوجہ آتی ہیں اور کبھی ان کی بیٹی۔[16] اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہؓ کی توبہ قبول فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی "واٰخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملاً صالحاً واٰخر سیئاً۔ عسی اللہ ان یتوب علیھم۔ ان اللہ غفور رحیم"[17] علامہ بغویؒ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی قریظہ کا محاصرہ پچیس دنوں تک جاری رکھا۔ یہاں تک کہ انہیں محاصرے کے سبب انتہائی مشقت میں ڈال دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا۔[18] پس جب وہ محاصرے کے سبب تنگ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق نیچے آگئے۔ اور آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ان کی مشکیں باندھ دی جائیں۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ نے ان کی مشکیں باندھ کر انہیں ایک طرف لے گئے۔ پھر قلعوں سے ان کی عورتوں اور بچوں کو باہر نکالا اور یہ ذمہ داری عبد اللہ بن سلام کے سپرد کی گئی۔ اور پھر ان کا سازوسامان اکٹھا کیا گیا۔ مسلمانوں نے اس سامان میں پندرہ سو تلواریں، تین زرہیں، دو ہزار نیزے، پندرہ سو چمڑے کی چھوٹی بڑی ڈھالیں، بہت سا دیگر سامان، کثیر تعداد میں برتن، شراب اور نشہ آور مشروب پایا۔ وہ سارے کا سارا بہا دیا گیا۔ اور اس کا خمس نہیں نکالا۔ پانی لانے والے بہت اونٹ پائے اور اس کے علاوہ بہت زیادہ جانور بھی ہاتھ آئے۔ یہ سب کچھ اکٹھا کر دیا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ تھوڑی دور جا کر ایک طرف تشریف فرما ہو گئے۔ اور قبیلہ اوس کے لوگ آپ ﷺ کے قریب حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! یہ ہمارے حلیف ہیں نہ کہ خزرج کے۔ آپ نے ابن ابی کے

حلیف قبیلہ قینقاع سے کل جو رویہ اختیار فرمایا اس سے آپ خوب واقف ہیں۔ آپ نے ان کے تین سو غیر مسلح اور چار سو زرہ افراد کو معاف فرما دیا۔ آج ہمارے حلیف بھی اپنی وعدہ خلافی اور معاہدہ شکنی پر بہت نادم اور شرمندہ ہیں۔ لہٰذا آپ انہیں بھی ہماری وجہ سے معاف فرما دیجئے۔ اس مکمل گفتگو کے دوران رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ اور کوئی گفتگو نہیں کی۔ یہاں تک کہ جب ان کی طرف سے بات بڑھ گئی اور اصرار زور پکڑ گیا تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم اس پر راضی ہو کہ ان کا فیصلہ تم میں سے ہی ایک آدمی کے حوالہ کر کے کر دیا جائے؟ انہوں نے عرض کی، کیوں نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا پس یہ فیصلہ سعد بن معاذ کے ذمہ ہے۔[19]

ابن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ میں سے جسے چاہو چن لو۔ تو انہوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کو منتخب کیا۔ اور حضرت سعد بن معاذؓ کو حضور ﷺ نے رفیدہ نامی ایک مسلمان عورت کے پاس مسجد میں خیمہ لگا کر رکھا ہوا تھا۔ یہ عورت زخمیوں کا علاج کرتی تھی۔ اور جس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا، ثواب کے ارادے سے اس کی خدمت بذات خود کرتی تھی۔ جب غزوہ خندق میں تیر لگنے کے سبب حضرت سعدؓ زخمی ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو فرمایا کہ انہیں رفیدہ کے خیمے میں پہنچا دو۔ تاکہ میں قریب سے ان کی عیادت کرتا رہوں۔ پس جب حضور ﷺ نے فیصلہ حضرت سعد بن معاذؓ کے سپرد کیا تو قبیلہ اوس کے لوگ آپ ﷺ کے پاس سے نکل کر ان کے پاس پہنچے اور آپ کو ایک عربی گدھے پر سوار کر کے لے گئے۔ گدھے کے اوپر ریشوں سے بنا ہوا ایک چار جامہ تھا اور اس کے اوپر ایک کمبل رکھا گیا تھا۔ اور گدھے کی لگام بھی ریشوں سے بنی ہوئی تھی۔ حضرت سعد بن معاذؓ ایک عظیم الجثہ آدمی تھے۔ راستے میں آپ کے اردگرد چلتے ہوئے قبیلہ اوس کے افراد انہیں یہ کہنے لگے کہ اے ابو عمرو! بے شک رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اپنے حلیفوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار عطاء فرما دیا ہے۔ تاکہ تم ان کے بارے میں اچھا فیصلہ کرو۔ لہٰذا تم بھی ان پر احسان کرنا اور ان کے بارے فیصلہ کرنا۔ تم نے ابن ابی کو دیکھا ہے اس نے اپنے حلیفوں کے بارے میں کیسا فیصلہ کیا تھا۔ وہ کلام کرتے رہے لیکن آپ خاموش رہے۔ اور ابھی تک کوئی گفتگو نہ فرمائی۔ جب وہ گفتگو کے ذریعے آپ پر زیادہ ہی دباؤ ڈالنے لگے تو اس وقت آپ نے کہا، اب

سعد کیلئے وقت آگیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کرے۔ پس یہ سن کر ضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ انصاری نے کہا، ہائے افسوس، میری قوم تباہ ہوگئی۔ اسی طرح کئی دوسروں نے بھی کہا۔ پھر ضحاک اوس کی طرف لوٹ کر گیا اور حضرت سعدؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی انہیں بنی قریظہ کے مردوں کی ہلاکت کی خبر دی۔ اور اس نے یہ خبر صرف آپ کے کلام کو سن کر پہنچادی۔ صحیحین میں ہے کہ جب حضرت سعدؓ اس مسجد کے قریب پہنچے جو بنی قریظہ کے محاصرہ کے دوران رسول اللہ ﷺ نے نماز کیلئے تیار کرائی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا" قوموا الیٰ سید کم "اپنے سردار کے استقبال کیلئے اٹھ کھڑے ہو۔ اور یہ الفاظ بھی ہیں " قوموا الیٰ خیر کم "اپنے میں سے بہترین آدمی کیلئے اٹھ کھڑے ہو۔ پس اس سے مہاجرین قریش یہ کہنے لگے کہ آپ ﷺ نے اس ارشاد میں فقط انصار کا ارادہ کیا ہے۔ اور انصار نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ نے عام مسلمان مراد لئے ہیں۔ اور امام احمد کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے سردار کیلئے اٹھو اور انہیں نیچے اتارو۔ اور بنی عبد الاشہل کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم ان کے استقبال کیلئے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے۔

ابن عائد کے نزدیک حدیث جابرؓ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے سعد! ان کے بارے میں فیصلہ کر دو۔ تو انہوں نے عرض کی، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ فیصلہ کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ تو اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے بارے میں تمہیں فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اوس کے وہ افراد جو ان کے پاس باقی تھے۔ انہوں نے کہا اے ابو عمرو! بے شک رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اپنے دوستوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔ لہٰذا تم ان کے بارے میں اچھا فیصلہ کرنا۔ اور ان پر احسان کرنا۔ پھر حضرت سعدؓ نے فرمایا، کیا تم بنی قریضہ کے متعلق میرے فیصلہ پر راضی ہوں گے؟ انہوں نے جواب دیا، جی ہاں۔ ہم تو تمہارے فیصلے پر اس وقت بھی راضی تھے جب تم یہاں موجود نہیں تھے۔ اور ہم نے تمہیں فیصلے کیلئے چنا تھا۔ اور یہ امید تھی کہ تم ہم پر احسان کروگے جیسا کہ دوسروں ابن ابی وغیرہ نے اپنے حلیفوں بنی قینقاع سے کیا۔ ہم نے تمہیں ترجیح دی ہے۔ اور آج کے دن تمہاری طرف سے جزاء اور بدلے کا ہم سے زیادہ محتاج اور کوئی نہیں۔ پھر حضرت سعدؓ نے کہا کہ میں نے تمہیں اپنے قول سے کوئی ضرر تو نہیں

پہنچایا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر حضرت سعدؓ نے فرمایا تمہیں اللہ تعالیٰ کے عہد و میثاق کی قسم، کیا جو بھی فیصلہ میں نے ان کے بارے میں کیا تو تم اسے ان پر لازم کر دو گے؟ انہوں نے کہا، جی ہاں۔ جس جانب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت سعدؓ آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کیلئے اس جانب سے پھرے ہوئے تھے۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، کیا میرا فیصلہ انہیں بھی قبول ہو گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جی ہاں۔ پھر حضرت سعد بن معاذؓ نے کہا کہ میرا فیصلہ ان کے بارے میں یہ ہے کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے۔ سازوسامان کو تقسیم کیا جائے۔ اور ان کے گھر مہاجرین وانصار کو رہائش کیلئے دے دیئے جائیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تحقیق تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کے مطابق ہے۔ جو اس نے ان کے بارے میں سات آسمانوں سے اوپر فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح کا فیصلہ مجھے فرشتے نے سحری کے وقت مجھ کو پہنچا دیا تھا۔ جس رات کی صبح بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق نیچے اترے تھے اسی رات حضرت سعد بن معاذؓ نے یہ دعا کی تھی، اے اللہ! اگر تو نے قریش کیساتھ جنگ ابھی تک باقی رکھی ہوئی ہے تو پھر مجھے اس کیلئے باقی رکھنا۔ کیونکہ میرے نزدیک ان سے بڑھ کر کوئی قوم نہیں۔ جس سے جنگ کرنا میں پسند کرتا ہوں۔ انہوں نے تیرے رسول ﷺ کو جھٹلایا، اسے اذیت پہنچائی اور شہر سے باہر نکال دیا۔ اور اگر ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم ہو چکی ہے تو پھر اسی زخم کو میرے لئے باعث شہادت بنا دے۔ اور مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ بنی قریظہ کے سبب میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے بنی قریظہ کے قتال کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی فرما دیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کی نو یا پانچ تاریخ کو بروز جمعرات وہاں تشریف لے گئے اور ان کے بارے میں آپ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا کہ بنی نجار میں سے رملہ بنت حارث کے گھر انہیں بند کر دیا جائے۔ پس جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے اسی بازار کی طرف تشریف لے گئے جو آج بھی ہے۔ اور کھائیاں کھودنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پس ابو جہم عدوی کے گھر سے لیکر احجار الزیت تک بازار میں کھائیاں کھودی گئیں۔ صحابہ کرام وہاں حاضر رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ بھی

اپنے صحابہ کی معیت میں وہیں تشریف فرمارہے۔ اور پھر بنی قریظہ کے مردوں کو بلایا، پس انہیں لایا جاتا اور ان کھائیوں میں ان کی گردنیں ماردی جاتیں۔ چونکہ کعب بن اسد انہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف لے جارہا تھا تو انہوں نے کعب سے کہا، اے کعب! تمہارا کیا خیال ہے کہ محمد ﷺ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ اس نے جواب دیا، تمہاری ہلاکت ہو، وہ تم سے اچھا برتاؤ نہیں کریں گے۔ اور کسی حال میں تم سے دیت وصول نہیں کریں گے۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ بلانے والا اب رکنے والا نہیں ہے۔ اور تم میں سے جو جائے گا وہ واپس لوٹ کر نہیں آئے گا۔ خدا کی قسم! اب تو تلوار ہی ہے۔ میں نے تمہیں اس سے قبل اور بات کی طرف دعوت دی تھی۔ لیکن تم نے انکار کر دیا۔ انہوں نے اسے کہا کہ اب یہ وقت عتاب اور جھڑکنے کا نہیں ہے۔ اگر ہم تمہاری رائے کو قبول کرنا پسند نہ کرتے تو اس معاہدے کو توڑنے میں شامل نہ ہوتے جو ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان تھی۔ حیی بن اخطب نے کہا اب ایک دوسرے کو لعنت اور ملامت کرنا چھوڑ دو۔ کیونکہ اس سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اور اب صبر سے تلوار کا سامنا کرو۔ انہیں قتل کرنے کا فریضہ حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم نے سرانجام دیا۔ پھر اس کے بعد حیی بن اخطب کو اس حال میں لایا گیا کہ اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ اس نے پہلے قتل کیلئے فقاحی حلہ جبہ پہنا۔ لیکن پھر اسے پھاڑ کر انگلی کے پوروں کی مثل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تاکہ کوئی اور اسے چھین کر پہن نہ لے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا، اے اللہ کے دشمن! کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے تجھ پر قدرت نہیں دی؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ خدا کی قسم، میں نے تمہارے ساتھ عداوت رکھنے کے سبب اپنے آپ کو ملامت نہیں کی۔ اور میں اپنے گمان میں تم پر غالب آنے کا متمنی تھا۔ لیکن اللہ نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ بلکہ آپ کو مجھ پر قدرت دیدی۔ میں نے مکمل کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ جسے ذلیل اور رسوا کرنا چاہتا ہے اسے ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں کوئی حرج نہیں، بنی اسرائیل کے بارے میں یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لکھ دیا گیا ہے اور مقدر بنا دیا گیا ہے۔ پھر وہ بیٹھ گیا اور اس کی گردان مار دی گئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے قیدیوں سے اچھا سلوک کیجئے، انہیں تھوڑا سا آرام

پہنچائیے اور انہیں پانی پلائیے تاکہ یہ ٹھنڈک محسوس کریں۔ پھر جو باقی ہیں انہیں قتل کر دیں۔ ان پر سورج اور تلوار کی گرمی جمع نہ کریں۔ وہ دن بھی بہت گرم تھا۔ چنانچہ انہیں تھوڑا سا آرام کرنے دیا گیا اور پانی پلایا گیا۔ پس جب وہ ٹھنڈے ہو چکے تو پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور باقی قیدیوں کو قتل کر دیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کعب بن اسد کو پیش کیا گیا تو آپ نے اسے فرمایا تجھے ابن حواس کی نصیحتوں نے کوئی نفع نہیں دیا۔ حالانکہ وہ میری تصدیق کرتا تھا۔ کیا اس نے تمہیں میری پیروی اور اتباع کا حکم نہیں دیا تھا۔ اور یہ نہیں کہا تھا کہ اگر تم مجھے پالو تو اس کی جانب سے مجھے سلام پیش کرنا۔ اس نے جواب دیا کیوں نہیں، تورات کی قسم، اے ابو القاسم! اگر مجھے یہ خوف نہیں ہوتا کہ یہ یہودی مجھے تلوار سے ڈر جانے کی عار دلائیں گے تو میں ضرور آپ کی پیروی اختیار کرتا۔ لیکن اب تو میں دین یہودی پر ہی ثابت قدم ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے آگے لاؤ، اور اس کی گردن مار دو۔ اور حضور ﷺ نے ہر اس آدمی کو قتل کرنے کا حکم دیا جس کے موئے زُہار اگے ہوئے ہوں۔

امام احمدؒ اور اصحاب سنن نے عطیہ قرظی سے نقل کیا ہے کہ میں بچہ تھا۔ پس انہوں نے مجھے اس حال میں پایا کہ میرے بال نہیں اُگے تھے تو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ طبرانی نے اسلم انصاری سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بنی قریظہ کے قیدیوں پر مقرر کیا پس میں بچے کی شرمگاہ دیکھتا تھا۔ اگر میں اس کے موئے زہار اُگے دیکھتا تو میں اس کی گردن مار دیتا۔ اور اگر اسے اس حال میں نہ دیکھتا تو اسے مسلمانوں کے مال غنیمت میں شامل کر دیتا۔ رفاعہ بن شمول قرظی بالغ مرد تھا لیکن اس نے سلیط بن قیس کی بہن ام المنذر سلمی بنت قیس کے پاس پناہ لے لی۔ یہ حضور ﷺ کے خالاؤں میں سے ایک تھی۔ یعنی یہ آپ کے دادا عبد المطلب کی خالہ تھیں۔ کیونکہ ان کی والدہ بنی نجار میں سے تھی۔ اور سلمیٰ کو دونوں قبلوں کی طرف رخ کرکے نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل تھی۔ پس انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ رفاعہ مجھے عطا فرما دیجئے۔ کیونکہ اس کا خیال ہے کہ وہ عنقریب نماز بھی پڑھے گا اور اونٹ کا گوشت بھی کھائے گا۔ پس آپ ﷺ نے وہ انہیں ہبہ کر دیا۔ پس اس طرح انہوں نے رفاعہ کو زندگی بخش دی۔ پھر بعد میں اس

نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا۔ یہاں تک کہ غروب شفق تک تمام کو قتل کر دیا گیا۔ پھر خندق میں ہی ان تمام پر مٹی ڈال دی گئی۔ یہ سب کچھ حضرت سعد بن معاذؓ کی آنکھوں کے سامنے ہوا۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبول عطا فرمایا۔ اس دن بنو نضیر کی ایک عورت کے سوا ان کے کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا۔ اس عورت کا نام بنانہ تھی۔ یہ بنی قریظہ کے ایک آدمی کی زوجیت میں تھی۔ اس کو حکم کہا جاتا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ پس جب ان کا محاصرہ شدت پکڑ گیا تو وہ مرد کے پاس آکر رونے لگی اور کہنے لگی کہ تم تو اب مجھ سے جدا ہو جائے گا۔ تو اس نے کہا تورات کی قسم! تیرے لئے کوئی حرج نہیں اور تو ایک عورت ہے۔ پس یہ چکی ان پر لڑھکا دیں کیونکہ ہم تو ابھی تک ان میں سے کسی کو قتل نہیں کر پائے۔ اور تو عورت ہے۔ اگر محمد ﷺ ہم پر غالب بھی آگئے تو وہ تجھے قتل نہیں کریں گے۔ کیونکہ وہ عورتوں کو قتل نہیں کرتے۔ اور میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ تجھے قیدی بنایا جائے۔ لہٰذا میں یہ چاہتا ہوں کہ تجھے بھی قتل کر دیا جائے۔ وہ اس وقت زبیر کے قلعہ میں تھی۔ پس اس نے قلعہ کے اوپر سے چکی لڑھکا دی۔ مسلمان قلعہ کی دیواروں کے ساتھ سایہ میں بیٹھا کرتے تھے۔ جب انہوں نے اسے دیکھا تو وہاں سے اٹھ گئے لیکن وہ چکی خلاد بن سوید کے سر میں آلگی۔ جس کے سبب ان کا سر پھٹ گیا اور ان پر موت واقع ہو گئی۔

عروہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، خدا کی قسم! بنانہ میرے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی اور خوب ہنس کر الٹی سیدھی ہو رہی تھی۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ تلواروں کے ساتھ ان کے مردوں کے سر قلم کر رہے تھے۔ اور ایک روایت میں آپؓ فرماتی ہیں کہ بنی قریظہ کے سردار قتل کئے جا رہے تھے۔ کہ اچانک ایک بلانے والے نے اس کا نام لیکر بلند آواز سے پکارا کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا، خدا کی قسم میں یہاں ہوں۔ میں نے اسے کہا تو ہلاک ہو جائے! تجھے کیا ہے؟ تو اس نے کہا مجھے بھی قتل کیا جائے گا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ تو اس نے کہا میں نے بھی ایک واقعہ کیا ہوا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ پھر وہ چلی گئی اور خلاد بن سوید کے بدلے میں اسے بھی قتل کر دیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی

ہیں کہ میں بنانہ کی خوش طبعی کو کبھی نہیں بھولوں گی۔ کہ وہ اپنے قتل ہونے کا علم رکھنے کے باوجود خوب ہنس کھیل رہی تھی۔[20]

مسئلہ: یہ حدیث ان کی دلیل ہے جو یہ حکم لگاتے ہیں کہ بھاری شے کے سبب بھی کسی کو قتل کرنے کے ساتھ قصاص لازم ہوتا ہے۔ جمہور کا یہی نظریہ ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کا موقف یہ ہے کہ بھاری شے کے ساتھ قتل کرنے کے سبب قصاص لازم نہیں آتا، اگرچہ کسی پر کوہ ابو قبیس پھینک دیا جائے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ قتل اور زخم کا قصاص نہیں لیا جائے گا مگر جبکہ آلہ کاٹنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس مسئلہ کے بارے میں تفصیلی بحث سورۃ البقرہ کی آیت "کتب علیکم القصاص"[21] کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ محمد بن اسحاق نے زہری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ زبیر بن باطا قرظی جس کی کنیت ابو عبد الرحمن تھی۔ دور جاہلیت کے جنگ بعاث کے دنوں میں ثابت بن قیس بن شماس کے پاس آیا۔ اور اسے پکڑ کر لے گیا۔ پھر صرف اس کی پیشانی کے بال کاٹ کر اسے چھوڑ دیا۔ نہ اسے قتل کیا اور نہ ہی غلام بنا رکھا۔ پھر جب بنی قریظہ کے ان ایام میں ثابت بن قیس کی ملاقات زبیر بن باطا قرظی کے ساتھ ہوئی تو اس وقت وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ تو اس وقت ثابت نے اسے کہا اے ابو عبد الرحمن! کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ تو اس نے کہا کیا میرے جیسا آدمی تیرے جیسے آدمی سے ناواقف رہ سکتا ہے۔ تو پھر ثابت نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں تیرے احسان کا بدلہ ادا کروں۔ اس نے کہا بیشک کریم اور سخی لوگ بدلہ دیا کرتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر ثابت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! زبیر کا میرے اوپر احسان ہے۔ اور اس کا بدلہ دینا مجھ پر لازم ہے۔ آج میں چاہتا ہوں کہ اس کا بدلہ چکا دوں۔ اس لئے آپ اس کا خون جان مجھے ہبہ کر دیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ تجھے عطاء کر دیا۔ پھر وہ اس کے پاس آیا اور اسے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرا خون مجھے ہبہ کر دیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ ایسا بوڑھا انسان جس کی نہ بیوی ہو اور نہ بچے، وہ زندہ رہ کر کیا کرے گا۔ چنانچہ ثابت پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اس کے اہل اور اولاد بھی مجھے عطا کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ بھی تجھے ہبہ کر دیئے۔ پھر اس نے آکر اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے

تیرے بیوی بچے مجھے عطا فرما دیئے ہیں۔ پس وہ بھی تیرے پاس رہیں گے۔ تو اس نے کہا حجاز میں رہنے والے ایسے افراد جن کے پاس سازوسامان نہ ہو تو وہ کس طرح زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ثابت پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اس کے مال کا بھی مطالبہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے وہ مال بھی عطا فرما دیا۔ اور پھر اسے آکر بتایا کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے تیرا مال بھی مجھے عنایت فرمایا ہے۔ پس وہ مجھے دیتا ہوں۔ پھر زبیر نے کہا، اے ثابت! اس کیساتھ کیا سلوک کیا گیا جس کا چہرہ چینی آئینہ کی مثل حسین تھا۔ اور اس سے سارے قبیلے کی پیشانیاں دکھائی دیتی تھیں۔ اس کی مراد کعب بن اسد تھا۔ ثابت نے جواب دیا کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ اس کیساتھ کیا سلوک کیا گیا جو شہر اور دیہات میں رہنے والوں کا سردار تھا۔ دونوں قبیلوں کا قائد تھا۔ جنگ کے دنوں میں لوگوں کو سواریاں مہیا کرتا تھا۔ اور خشک سالی کے ایام میں لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ اس سے مراد حیی بن اخطب تھا۔ ثابت نے جواب دیا کہ وہ بھی قتل کیا گیا ہے۔ اس نے پھر پوچھا اس شخص کیساتھ کیا برتاؤ کیا گیا کہ جب ہم حملہ کرتے تو وہ آگے آگے ہوا کرتا تھا اور جب ہم حملہ کرکے واپس لوٹتے تو وہ ہماری حفاظت کیلئے ہماری اطراف میں رہا کرتا۔ اس سے اس کا مقصود غزالہ بن شمول تھا۔ ثابت نے اسے بتایا کہ وہ بھی قتل ہو چکا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ بنی کعب بن قریظہ اور بنی عمرو بن قریظہ دونوں کی مجلسوں کا کیا بنا؟ تو ثابت نے اسے بتایا کہ وہ سب چلے گئے اور قتل کر دیئے گئے۔ یہ سن کر زبیر نے کہا اے ثابت! میرا جو احسان تیرے ذمہ ہے میں اس کے واسطہ سے تجھے کہتا ہوں مجھے اپنی قوم کیساتھ ملا دے۔ خدا کی قسم! ان لوگوں کے بعد زندہ رہنے میں کوئی بھلائی اور فائدہ نہیں۔ مجھے اس کی قطعاً ضرورت نہیں کہ میں ان گھروں کی طرف واپس لوٹ کر جاؤں جن میں وہ رہا کرتے تھے۔ اور ان کے بعد میں ان میں باقی رہوں۔ لیکن اے ثابت! میرے بیوی بچوں کا خیال رکھنا، اور اپنے صاحب سے ان کے بارے میں یہ مطالبہ کرنا کہ انہیں آزاد کر دیا جائے اور ان کا مال بھی واپس کر دیا جائے۔ چنانچہ ثابت نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں زبیر کے گھر والوں اور ان کے مال و متاع کے بارے میں عرض کی تو آپ ﷺ نے اس کے اہل و عیال کو بھی واپس کر دیا اور اسلحہ کے علاوہ دیگر سازوسامان بھی عطا فرما دیا۔ زبیر نے کہا اے ثابت! میں تجھے اپنے احسان کا

واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ مجھے فی الفور اپنی قوم کیساتھ ملا دو۔ خدا کی قسم! میں اتنی دیر بھی اب صبر نہیں کر سکتا جتنی دیر میں بھرے ہوئے ڈول کو کنویں میں انڈیل کر دوبارہ بھرنے کیلئے لٹکایا جاتا ہے۔ پس میں اس سے بھی پہلے اپنے دوستوں کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ثابت اسے لیکر گئے اور اسے قتل کر دیا گیا۔ اور محمد بن عمر نے کہا ہے کہ ثابت نے اسے کہا ہے کہ میں تجھے قتل نہیں کر سکتا ہوں۔ زبیر نے کہا کہ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے۔ پس پھر حضرت زبیر بن عوامؓ نے اسے قتل کر دیا۔ اور جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس زبیر کا یہ قول "القی الاحبۃ" کہ میں اپنے دوستوں سے ملوں گا۔ پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ وہ جہنم کی آگ میں ان سے ہمیشہ ملتا رہے گا۔ 22 پھر بنی قریظہ کا ساز و سامان اور ان کی عورتیں مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں۔ یہ وہ پہلا مال فے ہے۔ جس میں بعض کیلئے دو دو حصے رکھے گئے۔ یہاں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی اور چھتیس گھوڑے تھے۔ گھوڑوں اور آدمیوں کے مجموعی حصوں کی تعداد تین ہزار بہتر تھی۔ ان میں دو حصے گھوڑے کے دیئے گئے اور ایک حصہ اس کے مالک کا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس تین گھوڑے تھے لیکن حصہ صرف ایک گھوڑے کا رکھا گیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمھم اللہ تعالیٰ کے اس موقف کی دلیل یہی واقعہ ہے کہ مال غنیمت میں سے صرف ایک گھوڑے کا حصہ دیا جائے گا۔ جبکہ امام ابو یوسف امام محمد اور امام احمد کا موقف یہ ہے کہ دو گھوڑوں کا حصہ دیا جائے۔ لیکن بالاتفاق دو سے زائد گھوڑوں کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔ سورۃ الانفال میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔ اس مال میں سے رسول اللہ ﷺ نے خلاد بن سوید کا حصہ بھی علیحدہ کیا۔ جنہیں قلعہ کے قریب اوپر سے چکی پھینک کر شہید کر دیا گیا تھا۔ اور سنان بن محصن کا حصہ بھی نکالا جو کہ بنی قریظہ کے محاصرہ کے دوران وصال فرما گئے۔ اور وصال سے قبل مسلمانوں کی معیت میں جنگ کرتے رہے۔ یہ ائمہ ثلاثہ کے اس موقف کی دلیل ہے کہ اسے مال غنیمت سے حصہ دیا جائے گا، جو جنگ کے وقت حاضر ہوا۔ پھر اگرچہ کفار کے شکست خوردہ بھاگنے اور مال غنیمت دار الاسلام میں محفوظ کرنے سے قبل ہی فوت ہو گیا۔ ابن ابی شیبہ نے صحیح سند سے روایت نقل کی ہے کہ جو بھی میدان جنگ میں حاضر ہوا اس کیلئے مال غنیمت میں

حصہ ہو گا۔ 23 یہ روایت حضرت عمر فاروقؓ پر موقوف ہے۔ اور طبرانی نے اسے مرفوع اور موقوف دونوں طرح روایت کیا ہے۔ اور موقوف روایت زیادہ صحیح ہے۔ اور امام شافعیؒ نے اسے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند میں انقطاع بھی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ مال غنیمت میں حق اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ مال دار السلام میں محفوظ نہ کر لیا جائے لہٰذا جو کوئی مال محفوظ کئے جانے سے قبل فوت ہو گیا یا قتل کر دیا گیا اس کیلئے کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ اور اس کے ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور جنگ ختم ہونے کے بعد اگر کمک دار الحرب پہنچ جائے اس سے قبل کہ مال دار السلام میں محفوظ کیا جائے۔ تو پھر ان کیلئے حصہ نکالا جائے گا۔

فائدہ: حضور ﷺ قیدیوں میں سے پانچواں حصہ لیتے تھے۔ ان میں سے جسے چاہتے آزاد فرما دیتے تھے۔ اور جسے چاہتے کسی کو ہبہ کر دیتے تھے۔ اسی طرح آپ نے اپنا پانچواں حصہ کھجوروں سے بھی علیحدہ کیا۔ کل مال غنیمت کے پانچ حصے کئے جاتے تھے۔ ان میں سے آپ ﷺ کا ایک حصہ محمیہ بن جز الزبیدی کے حوالے کر دیا گیا۔ اور پھر بقیہ چار حصے لوگوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں کو بھی مال عطا فرمائے جو جنگ میں حاضر ہوئیں۔ لیکن ان کیلئے باقاعدہ کوئی حصہ مقرر نہیں کیا۔ اس جنگ میں شریک ہونے والی عورتیں صفیہ بنت عبد المطلب، ام عمارہ نسیبہ، ام سلیط، ام علاء الانصاریہ، سمیری بنت قیس، ام سعد بن معاذ اور کشبہ بنت رافع تھیں۔ حضور ﷺ نے قیدیوں کا ایک گروہ حضرت سعد بن عبادہؓ کیساتھ بھیجا تاکہ ان کے بدلے ہتھیار اور گھوڑے خریدے جا سکیں۔ محمد بن عمر نے اس طرح کہا ہے۔ اور ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ ﷺ نے سعد بن زید انصاری اشہلی کو بنی قریظہ کے قیدیوں کیساتھ بھیجا اور انہوں نے انہیں بیچ کر گھوڑے اور اسلحہ خریدا۔ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم نے جوان عورتوں کو علیحدہ کیا اور بوڑھی عورتوں کو علیحدہ کر دیا۔ اور پھر حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کو اختیار دیدیا کہ جو چاہیں لے لیں۔ تو حضرت عثمانؓ نے بوڑھی عورتوں کو لے لیا۔ پس ان کے سبب حضرت عثمانؓ کو مال کثیر کا منافع ہوا۔ کیونکہ بوڑھی عورتوں کے پاس سے بہت سامال پایا گیا تھا جو کہ نوجوان

عورتوں کے پاس موجود نہیں تھا۔ ابن اسیرہ نے کہا ہے کہ جو مال بوڑھی عورتوں سے لیا گیا تھا وہ مال غنیمت میں شامل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ وہ مال ایک یا دو ماہ کے بعد ان سے بر آمد ہوا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے خریدے ہوئے قیدیوں میں سے ہر ایک کیلئے سامان دینے کا وقت مقرر کر دیا۔ پس جس نے بھی اس مقررہ وقت میں سامان دے دیا آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ اور ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔[24] اور رسول اللہ ﷺ نے تقسیم اور بیع کرتے وقت عورتوں اور ان کے بچوں کے درمیان تفریق اور علیحدگی کرنے سے منع فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ماں اور اس کی اولاد کے درمیان تفریق نہ کی جائے یہاں تک کہ بچے بالغ ہو جائیں۔ عرض کی گئی کہ یارسول اللہ ﷺ! بلوغت کی علامت کیا ہے؟ فرمایا کہ بچی حائضہ ہو جائے اور بچے کو احتلام ہونے لگے۔[25] اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور اسے صحیح کہا ہے۔

ابن ہمام نے کہا ہے کہ ابن قطان نے اپنے قول میں خاص سلسلہ سند مراد لیا ہے۔ ورنہ یہ حدیث تو بہت زیادہ روایتوں سے مروی اور مشہور ہے۔ اور اس کے الفاظ معنیٰ مشترک کے صحیح ہونے کو ثابت کرتے ہیں اور معنی مشترک سے مراد ماں اور اس کی اولاد کے درمیان تفریق کرنے سے منع کرنا ہے۔ دار قطنی نے اپنی سند سے میمون بن ابی شعیب کے واسطہ سے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بچی اور اس کی ماں کے درمیان تفریق کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس سے منع کر دیا۔ چنانچہ آپ نے بیع توڑ دی۔ 26 اسے ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اسے میمون بن ابی شعیب اور حضرت علیؓ کے درمیان انقطاع پائے جانے کا سبب رد کر دیا ہے۔ ابن ہمام نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک حدیث کیلئے مرسل ہونا نقصان دہ نہیں۔ اور اسے حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور بیہقی نے اسے ترجیح دی ہے۔

مسئلہ: امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اسی سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ بیع، ہبہ یا ان کی مثل کسی طریقہ کے سبب دو چھوٹے غلاموں نابالغ، ایک چھوٹے اور ایک بڑے غلام، اور دو بڑے بالغ غلاموں کے درمیان تفریق کرنا جائز نہیں، جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے محرم رشتے دار ہوں۔ یہی موقف امام احمدؒ کا بھی ہے۔ اور امام مالکؒ نے کہا ہے کہ صرف ماں اور اس کے بچوں کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی۔ اور امام

شافعیؒ نے کہا ہے کہ چھوٹے بچے اور ان کے والدین کے درمیان تفریق نہ کی جائے۔ اگرچہ وہ نسباً کتنے اوپر والے درجہ میں کیوں نہ ہو۔ اس سے مراد والدین کی جانب سے تمام اصول یعنی دادا، پردادا اور نانی وپرنانی وغیرہ ہیں۔ حضرت امام مالکؒ کے قول کی علت یہ ہے کہ حدیث میں صرف ماں اور اس کے بچے کے درمیان تفریق کرنے کی نہی مذکور ہے۔ اور امام شافعیؒ نے اپنے قول میں ماں کیساتھ مطلقاً تمام اصول کو ملا دیا ہے۔ یعنی جو حکم ماں کا ہے وہ تمام اصول کا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام احمد کے نزدیک دو غلاموں کے درمیان تفریق کرنے سے روکنے کی علت ان کے درمیان پایا جانے والا رشتہ محرومیت ہے۔ کیونکہ بعض احادیث میں اصول و فروع کے علاوہ بھی تفریق کرنے سے روکنے کا ذکر ہے۔ مثلاً حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دو غلام عطا فرمائے جو آپس میں دونوں بھائی تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کو بیچ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تیرے غلام کو کیا ہوا ہے؟ میں نے اس کے بارے میں آپ ﷺ کو مطلع کیا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اسے ضرور واپس لوٹالو۔27 ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔

ابو داؤد نے ان کی گرفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث میمون بن ابی شعیب نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ حالانکہ انہوں نے حضرت علیؓ سے ملاقات نہیں کی۔ تو اس کے بارے میں ہم یہ کہیں گے کہ یہ روایت مرسل ہے اور مرسل حدیث ہمارے نزدیک حجت ہے۔ اور حاکم اور دار قطنی نے ایک دوسری سند سے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے واسطہ سے حضرت علیؓ سے اسے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے تو آپ ﷺ نے مجھے دو بھائیوں کو بیچنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پس میں نے انہیں فروخت کیا۔ اور انہیں علیحدہ علیحدہ بیچ ڈالا۔ پھر میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اور آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دونوں کو تلاش کرو اور واپس لوٹاؤ۔ ان دونوں کو اکھٹا بیچو۔ اور ان کے درمیان تفریق نہ کرو۔28 حاکم نے اس روایت کو شیخین کی شرائط کے مطابق قرار دیا ہے۔

ایک دوسری سند سے امام احمد اور بزار نے بھی نقل کیا ہے اور ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ لیکن یہ ہمارے معروف اصول کیلئے ضرر رساں نہیں۔ دار قطنی نے طلیق بن عمران سے، انہوں

نے ابوبردہ سے اور انہوں نے ابوموسی سے روایت نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعنت کی ہے جس نے والدہ اور اس کے بچے کے درمیان یا دو بھائیوں کے درمیان تفریق کر دی۔[29] جب دو بھائیوں کے درمیان بھی تفریق کرنے کی ممانعت ثابت ہو گئی تو اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ممانعت کی علت ایسی رشتہ داری ہے جس میں محرمیت پائی جائے۔ لیکن وہ محرمیت جو رضاعت کے سبب ثابت ہو وہ تفریق کے مانع نہیں۔ اسی طرح ایسی رشتہ داری جس میں محرمیت نہ ہو، وہ بھی تفریق کے مانع نہیں۔ مثلاً چچا کا بیٹا وغیرہ

مسئلہ: جو کوئی والدہ اور اس کے بچے کے درمیان جدائی کرے گا وہ گنہگار ہو گا۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک بیع منعقد ہو جائے گی اور نافذ بھی ہو جائے گی۔ جب کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک یہ بیع منعقد نہیں ہوتے بلکہ یہ بیع باطل ہوتی ہے۔ اسی طرح امام احمدؒ کے نزدیک اگر دونوں کے مابین ولادت کا تعلق نہ ہو تو پھر بھی بیع منعقد نہیں ہوتی۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ بیع صرف اس صورت میں فاسد ہوتی ہے جبکہ دونوں کے درمیان رشتہ ولادت موجود ہو۔ اور آپ ہی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایسی بیع مطلق فاسد ہو گی۔ چاہے دونوں کے درمیان ولادت کا رشتہ موجود ہو یا کوئی اور تعلق محرمیت پایا جائے۔ ائمہ کے مذکورہ اختلاف کا دارومدار ایک اصولی اختلاف پر ہے۔ کیونکہ اگر امور شرعیہ سے نہی بغیر کسی قرینہ کے ہو تو وہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک موجب بطلان ہوتی ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین کے نزدیک موجب فساد ہوتی ہے۔ لیکن پھر امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ نے کہا ہے کہ جس طرح اذان جمعہ کے وقت بیع ممنوع ہے اور اس کا سبب امر خارجی ہے یعنی ایسا امر ہے جو نفس بیع میں داخل نہیں۔ اور وہ ہے جمعہ کی تیاری میں تاخیر اور غفلت۔ اسی طرح ایسی بیع جس سے ماں اور بچے کے درمیان تفریق لازم آتی ہے وہ بھی ممنوع ہے۔ اور اس کا سبب بھی امر خارجی ہے۔ لہٰذا امر خارجی نفس بیع میں فساد ثابت نہیں کرتا۔ ہاں اگر ممنوع ہونے کا سبب کوئی وصف لازم ہو تو اس سے نفس بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ جبکہ امام یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو بیع توڑنے اور غلاموں کو واپس لوٹانے کا حکم ارشاد فرمایا اور یہ تب ممکن ہے جبکہ بیع بنیادی طور پر فاسد ہو۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ نے غلاموں کے واپس لوٹانے کو طلب اقالہ پر محمول کیا ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں غلام بالغ ہوں تو ان کے درمیان تفریق کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ عبادہ بن ثابتؓ کی حدیث سے ثابت ہے۔ اور امام احمدؒ نے کہا ہے کہ مذکورہ روایات کے مطلق ہونے کی وجہ دو بالغوں کے درمیان تفریق کرنا بھی جائز نہیں۔ اور علامہ ابن جوزیؒ نے حضرت عبادہؓ کی روایت کو رد کیا ہے، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ہمارے موقف کی دلیل حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ نکلے اور ہم نے بنی فزارہ کیساتھ جنگ کی۔ یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ میں انہیں پکڑ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بارگاہ میں لے آیا۔ ان میں ایک عورت تھی اور اس کے ساتھ عرب کی حسین ترین اس کی بیٹی بھی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے وہ لڑکی مجھے دیدی۔ اور میں مدینہ میں حاضر ہو گیا۔ تو حضور ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے سلمہ! یہ عورت مجھے ہبہ کر دے تو میں نے عرض کی حضور! یہ آپ ہی کی ملک ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے عوض تین مسلمان قیدیوں کو رہائی دلائی۔ یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ اور ان کی بہن سیرین کے درمیان بھی تفریق کر دی تھی۔ یہ دونوں بہنیں شہنشاہ اسکندریہ مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کو تحفۃً پیش کیں۔ تو آپ ﷺ نے سیرین حضرت حسان بن ثابتؓ کو عطا فرمائی۔ اور اسی کے بطن سے حضرت عبد الرحمن بن حسان پیدا ہوئے۔ اور حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنے پاس رکھا۔ ابن عبد البر نے یہ روایت الاستیعاب میں ذکر کی ہے۔ اور بزار نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ابن خریمہ میں ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ: جب کسی چھوٹے بچے کے ساتھ اس کے والدین ہوں تو ان میں سے کسی کو بھی انفراداً بیچنا جائز نہیں۔ اور اگر چھوٹے بچے کیساتھ ماں اور بھائی ہو یا ماں اور پھوپھی ہو یا ماں اور خالہ ہو تو ظاہر روایت کے مطابق ماں کے سوا دوسرے قریبی رشتہ دار کو بیچنا جائز ہے۔ کیونکہ ماں کی شفقت سب پر غالب ہے۔ اور اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کسی کیساتھ چھ بھائی ہوں اور ان میں تین بڑے ہوں اور تین چھوٹے، اور اس نے ہر چھوٹے کیساتھ ایک بڑا ملا کر فروخت کیا تو یہ جائز ہے۔ اور اگر چھوٹے کیساتھ دادی، پھوپھی اور خالہ ہو تو پھوپھی اور خالہ کو علیحدہ بیچنا جائز ہے۔ اور اگر اس کیساتھ دادی نہ ہو بلکہ صرف

پھوپھی اور خالہ ہو تو ان میں سے کسی کو علیحدہ نہیں بیچا جاسکتا۔ بلکہ چھوٹے کو بھی ان کیساتھ فروخت کیا جائے گا۔ اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر کسی چھوٹے کے ساتھ متعدد قریبی افراد موجود ہوں تو ان میں سے بعض دور کے رشتہ دار ہوں اور بعض قریب تر ہوں۔ تو ان میں سے دور کے رشتہ داروں کو علیحدہ فروخت کرنا جائز ہے۔ اور اگر تمام افراد ایک ہی درجہ کے رشتہ دار ہوں اور ان کی جنس مختلف ہوں مثلاً باپ اور ماں، خالہ اور پھوپھی تو پھر ان میں تفریق نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ یا تو تمام کو اکھٹا فروخت کیا جائے گا یا تمام کو روک دیا جائے گا۔ اور اگر وہ تمام ایک ہی جنس میں سے ہوں مثلاً دو بھائی ہوں یا دو چچا ہوں تو اس صورت میں یہ جائز ہے کہ ایک کو اس چھوٹے کیساتھ روک دیا جائے۔ اور اس کے سوا جتنے ہوں تمام کو فروخت کر دیا جائے۔

مسئلہ: سبل الہدیٰ والرشاد میں مذکور ہے کہ بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے چھوٹے بچوں اور ان کی ماؤں کو عرب کے مشرکوں اور یہودیوں کے ہاتھوں فروخت کیا جاتا تھا۔ اور اگر کسی چھوٹے بچے کیساتھ اس کی ماں نہ ہوتی تھی تو اسے صرف مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کیا جاتا۔ کیونکہ جب چھوٹے بچے کو اس کے والدین میں سے کسی ایک کی معیت میں قیدی بنایا جائے تو اسے کافر شمار کیا جاتا ہے۔ اس لئے اسے کافر کے ہاتھوں فروخت کرنا جائز ہوتا ہے۔ چاہے وہ کافر مشرک ہو یا یہودی ہو۔ کیونکہ تمام کافر ملتِ واحدہ ہے۔ اور اگر صرف بچے کو قیدی بنایا جائے اور اس کے والدین میں سے کوئی بھی اس کیساتھ نہ ہو تو پھر دار الاسلام میں آجانے کی وجہ سے مسلمان شمار کیا جاتا ہے۔

ابن اسحاق کے نزدیک قتل کئے جانے والے مردوں کی تعداد چھ سو تھی۔ اور ابو عمرو نے بھی سعد بن معاذؓ کے حالات پر بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہے۔ اور ابن عائذ نے قتادہ کا مرسل قول نقل کیا ہے۔ کہ مردوں کی تعداد سات سو تھی۔ اور سہیلی نے کہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد بیان کرنے والوں نے آٹھ سو سے لیکر نو سو تک تعداد ذکر کی ہے۔ لیکن ترمذی، نسائی اور ابن حبان سے صحیح سند کیساتھ جابرؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی۔ اور یہ جنگجو تھے۔۔ لہٰذا تطبیق کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ چار سو جنگجو تھے اور باقی ان کے تابع تھے۔ اور ابن اسحاق نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان کی تعداد نو سو بھی ذکر کی گئی ہے۔ اور وہ

عورتیں اور بچے جنہیں قیدی بنایا گیا۔ ان کی تعداد سات سو پچاس تھی۔ یہ بھی روایت ہے کہ ان کی تعداد نو سو تھی۔[30]

غزوہ بنی قریظہ میں صرف خلاد بن سوید اور منذر بن محمد رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

خلاصہ

سورۃ الاحزاب مدنی سورہ ہے۔ اور مدنی سورتوں میں زیادہ طور پر احکامات ہوتے ہیں۔ اس لئے اس سورہ میں بھی کافی سارے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس آرٹیکل میں اس سورۃ میں مذکور بنی قریظہ کے متعلق تحقیقی بحث کی گئی ہے، اور اس پورے تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی قریظہ یہود کا ایک قبیلہ تھا۔ اور انہوں نے بھی میثاق مدینہ میں مدینہ منورہ کے حفاظت کیلئے عہد کیا تھا۔ لیکن جب اقوام عرب نے قبائل سمیت مدینہ منورہ پر حملہ کی تو انہوں نے مسلمانان مدینہ کے بجائے اقوام عرب اور دیگر قبائل کی مدد اور استعانت کیلئے حامی بھر لی تھی جبکہ وہ بھی ناکام ہوئی تھی۔ اس وجہ سے ان کو اس دھوکہ دہی پر منطقی انجام تک پہنچانے کیلئے غزوہ احزاب کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو بنی قریظہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ سنایا۔ جب مسلمانوں نے بنی قریظہ پر چڑھائی کی تو وہ پہلے اپنے قلعوں میں محصور ہوگئے۔ لیکن چند دنوں کے بعد مذاکرات کا عندیہ دیدیا جسکو مسترد کیا گیا۔ بالاخر انہوں نے خود اپنی مرضی سے حضرت سعد بن معاذؓ کو حکم بنانے کا عندیہ پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ عندیہ منظور کیا۔ تو حضرت سعد بن معاذؓ نے ان کے متعلق انتہائی تاریخی فیصلہ سنا دیا۔ اور اس فیصلے کی رو سے ان کے بالغ مردوں کو قتل کیے گئے اور عورتوں اور نابالغ بچوں کو قیدی بنا کر غلام بنائے گئے۔ اس غزوہ میں ان کے تقریباً چار سو بالغ مردوں کو قتل کئے گئے۔ اور تقریباً نو سو عورتوں اور بچوں کو قیدی بنائے گئے۔ اور ان کے سامان کو مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس واقعے سے ہمیں بھی یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کیساتھ وعدہ خلافی سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کیساتھ کئے گئے وعدوں کو ہر حالت میں نبھانا چاہئے۔

حواشی

....

1) امام محمد بن یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج5، ص3، مکتبہ العلمیہ
2) ایضاً
3) الحسین بن مسعود البغوی ابو محمد، تفسیر بغوی، ج4، ص453، مکتبہ الفکر
4) امام محمد بن یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج5، ص3، مکتبہ العلمیہ
5) امام محمد بن یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج5، ص4، مکتبہ العلمیہ
6) امام محمد بن یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج5، ص5، مکتبہ العلمیہ
7) ایضاً
8) الحسین بن مسعود البغوی ابو محمد، تفسیر بغوی، ج4، ص458، مکتبہ الفکر
9) علی بن ابی بکر الہیثمی نور الدین، مجمع الزوائد، 10166، مکتبہ الفکر
10) امام محمد بن یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج5، ص5، مکتبہ العلمیہ
11) امام محمد بن یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج5، ص5-6، مکتبہ العلمیہ
12) سورۃ الانفال، آیت نمبر۔27
13) امام محمد بن یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج5، ص8، مکتبہ العلمیہ
14) محمد بن اسحاق بن یسار، سیرت ابن ہشام، ج4، ص89-90، مکتبہ الخبریہ
15) امام محمد بن یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج5، ص9، مکتبہ العلمیہ
16) ایضاً
17) سورۃ التوبہ، آیت نمبر۔102
18) الحسین بن مسعود البغوی ابو محمد، تفسیر بغوی، ج4، ص453، مکتبہ الفکر
19) امام محمد بن یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج5، ص9، مکتبہ العلمیہ
20) امام محمد بن یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج5، ص10-14، مکتبہ العلمیہ
21) سورۃ البقرہ، آیت نمبر۔178
22) امام محمد بن یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج5، ص14-15، مکتبہ العلمیہ
23) ابو بکر بن ابی شیبہ، مصنف ابن ابی شیبہ، ج6، ص494، حدیث نمبر 33226، مکتبہ العلمیہ
24) امام محمد بن یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج5، ص16، مکتبہ العلمیہ

25) ابو الحسن علی بن عمر، سنن الدار قطنی، ج3، ص68، حدیث نمبر258، مکتبہ المحاسن

26) ابو الحسن علی بن عمر، سنن دار قطنی، ج3، ص66، حدیث نمبر251، مکتبہ العلمیہ

27) محمد بن عیسیٰ الترمذی، جامع ترمذی، ج1، ص154، وزارت تعلیم

28) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی405ھ، مستدرک حاکم، حدیث نمبر2331، مکتبہ العلمیہ

29) ابو الحسن علی بن عمر، سنن دار قطنی، حدیث نمبر255، مکتبہ دار المحاسن

30) محمد بن اسحاق بن یسار، سیرت النبی ابن ہشام، ج4، ص93، مکتبہ الخیریہ